تصورِ سنت کی وضاحت

نعمان نیئر کلاچوی

تصوّرِ سُنّت کی وضاحت

نعمان نیئر کلاچوی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام مقالہ	تصورِ سنت کی وضاحت
مصنف	نعمان نیئر کلاچوی
ناشر	مرشد پبلی کیشنز، کلاچی،ڈیرہ اسماعیل خان
پی ڈی ایف ایڈیشن	مارچ،2026

فہرست

صفحہ	عنوانات	نمبر
5	تمہید	1
7	سنت کی شرعی حیثیت	2
9	خبرِ واحد کی شرعی حیثیت	3
12	تواتر کی شرعی حیثیت	4

تمہید

ایک نکتہ ہمیشہ کیلئے ذہن نشین کرلیں کہ دین کوئی فن نہیں ہے اور نہ ہی یہ کسی خاص فن کے ماہر کی اُفتادِ طبع کا محتاج ہے۔ چنانچہ جناب عبد اللہ ابن عباسؓ ہوں یا جناب ابوہریرہؓ، طبری ہوں یا شافعی یا پھر ہوں غزالی، اِن میں سے کسی کا بھی فہم دین میں حجّت کا درجہ نہیں رکھتا۔ دین ہمیں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے قرآن اور آپ کے اُسوہِ حسنہ کی صورت میں ملا تو بس یہی دو ذرائع جو کہ فی الاصل ایک ہی ذریعہ یعنی قرآن ہی حجّتِ تامہ ہے۔

اسلام پر اِس سے بڑی مصیبت بھلا اور کیا نازل ہوتی کہ فقہاء نے اپنی سمجھ کو دین کی حیثیت سے پیش کر دیا حالانکہ فقہاء کو یہ وضاحت کرنی چاہیئے تھی کہ جو کچھ ہم پیش کر رہے ہیں یہ ہمارا ذاتی فہم ہے پس اگر آپ براہِ راست متن کو سمجھ کر خود کسی نتیجے پر پہنچ جائیں تو ہماری پیش کردہ رائے کو لپیٹ کر دریا بُرد کر دیں۔ امام شافعی نے جب پہل پہلے اپنی معروف کتاب "الرسالہ" میں فقہ کے اُصول مرتب کئے تو کہیں پر بھی یہ وضاحت نہیں دی کہ یہ سارا کچھ میری اپنی طبیعت کا اُفتاد ہے۔ پس اگر ایسے جید لوگ اپنے علمی کام کو اتھارٹی کی حیثیت سے اُمت میں پیش نہ کرتے تو آج بخدا کوئی ایک فرقہ بھی موجود نہ ہوتا۔ بالفرض اگر کچھ ہوتا بھی تو صرف فہم کا اختلاف

ہوتا جیسا کہ ہر علم میں ہوتا ہے۔ کفر و تضلیل کے فتوے اور ایک دوسرے کی تکفیر کی بنیادی وجہ ہی فہم کی وہ اتھارٹی ہے جسے ایک فقیہ ایسے پیش کرتا ہے کہ اِس سے اختلاف کرنے والا کافر نہیں تو کم از کم گمراہ تو ہو ہی جاتا ہے۔

دین کا تنہا مآخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے۔ آپ سے ہمیں قرآن اور قرآن کی عملی تفسیر یعنی آپ کا اُسوہ ملا ہے اور یہی دین کے اصل مآخذ ہیں۔ قرآن تو وہی ہے جو آج بھی ہمارے پاس اپنی اصل شکل میں موجود و محفوظ ہے جبکہ اُسوہ سے مراد رسول اللہ کے وہ اعمال ہیں جن پر گزشتہ چودہ سو سالوں میں کسی بھی موقع پر اُمت میں ادنیٰ درجے کا اختلاف واقع نہیں ہوا۔

☆☆☆☆☆

سُنّت کی شرعی حیثیت

سنت ایک عربی محاورہ ہے جس کا معنٰی ہے کوئی خاص قانون جبکہ روزمرہ میں اِس کا معنٰی ہوتا ہے ایک عام طریقہ۔ چنانچہ قرآن میں یہ صیغہ روزمرہ اور محاورہ دونوں صورتوں میں استعمال ہوا ہے۔ البتہ سنت کا موجودہ فقہی تصور فقہاء کا اپنا وضع کردہ ہے جسے ہم فقہی اصطلاح کہہ سکتے ہیں اور قرآن سنت کے ایسے تصور سے بالکل خالی ہے پس یہ فقہاء کی اپنی استنباطی اصطلاح ہے۔ خود قرآن اور رسول اللہ ﷺ کا پورادَور سنت کے ایسے تصور سے بالکل خالی ہے جو اِس وقت اُمت میں رائج ہے۔ سنت کے موجودہ تصور کا مطلب ہے رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کی خبرِ واحد کے ذریعے سے اطلاع مل جانا یعنی یہ اطلاع محض کسی ایک فرد یعنی صحابیِ رسول کی ذاتی صوابدید پر مبنی ہوتی ہے۔ آگے ہم اِس پر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

قرآن میں رسول اللہ قرآن کے علاوہ جو دوسری بنیاد دین کی حیثیت سے دیئے آئے تھے وہ حکمت یعنی Logic ہے اور یہ دوسری بنیاد رسول اللہ کے بعد اجتہاد کی صورت میں اُمت میں جاری وساری رہے گی۔ قرآن کی شہادت ملاحظہ فرمائیں۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

وُہی ہے جس نے اَن پڑھوں کے اندر ایک رسول خود اُنہی میں سے اُٹھایا، جو اُنہیں اللہ کی آیات سناتا ہے، اُن کی زندگی سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اِس سے پہلے وہ کُھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

(سورہ الجمعہ۔ آیت 2)

رسول کا کام خدا کا قانون اور اُس قانون کی حکمت بیان کرنا ہے۔ یہ کام ہر رسول کا رہا ہے اور اِس میں کوئی تخصیص نہیں۔ قرآن کسی ایک مقام پر بھی یہ نہیں کہتا کہ رسول خدا کے قانون کے علاوہ اپنا کوئی الگ سے مستقل طریق بھی لاتا ہے جسے مآخذِ دین کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ یہاں پر مَیں سنت کے تاریخی ارتقاء پر بحث نہیں کرنا چاہتا لیکن یاد رکھنے کی اہم بات یہ ہے کہ سنت کا موجودہ تصور بہت بعد کی پیداوار ہے جس کی کوئی ایسی مستقل قانونی حیثیت نہیں ہے جس طرح کی حیثیت قرآن کو حاصل ہے۔

☆☆☆☆☆

خبرِ واحد کی شرعی حیثیت

خبرِ واحد سے مراد دراصل کسی ایک فرد یعنی صحابی رسول کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے کسی قول، فعل، تقریر یا تصویب کی اطلاع کا مل جانا۔ یہ اطلاع کسی صحابی کی ذاتی صوابدید پر مبنی ہوتی ہے یعنی اگر کوئی صحابی ایسی اطلاع نہ دیتا تو وہ خدا کے ہاں ماخوذ نہ ہوتا اور نہ ہی کسی صحابی کی خود رسول اللہ ﷺ نے یہ ڈیوٹی لگائی تھی کہ آپ میرا یہ قول یا فعل بعد کے لوگوں تک پہنچا دینا۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے انتہائی قریبی ساتھی حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کے ساتھ کم و بیش تیئس سال رہے لیکن ہمیں آپ کی طرف سے صرف 142 اخبار ملتی ہیں۔ اِسی طرح حضرت عمر ابن خطابؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سترہ سال رہے لیکن آپ کی 537 اخبار ہم تک پہنچی ہیں۔ اِس کے برعکس حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں صرف چار سال رہے لیکن آپ کی جانب سے ہم تک کُل 5374 اخبار پہنچی ہیں۔ پس اِس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی صحابی اگر ہمیں رسول اللہ ﷺ کے کسی قول یا فعل کی خبر نہ دیتا تو اُس پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں تھی بلکہ بہت سے جید صحابہ ایسے بھی ہیں کہ جن سے ایک بھی روایت ہم تک نہیں پہنچی جیسا کہ حضرت عکاشہ بن محصنؓ، جعفر ابن ابو طالبؓ اور

حضرت مصعب بن عمیرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ سے ایک بھی خبر ہم تک نہیں پہنچی جبکہ رسول اللہ ﷺ کے خدمت گزار صحابی حضرت زید بن ارقمؓ جیسے جلیل القدر صحابی سے صرف 70 اخبار ہم تک پہنچی ہیں۔ اب اِس تفصیل سے کیا ثابت ہوتا ہے؟، یہی نا کہ خبرِ واحد کی اطلاع دینا محض صحابہ کی اپنی طبیعت پر منحصر تھا کہ وہ بعد والوں تک رسول کا کوئی قول یا فعل پہنچاتے ہیں یا نہیں اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو دین میں کوئی کمی نہیں واقع ہوتی۔

یہی بنیادی استدلال ہے کہ جس کی بنیاد پر مَیں خبرِ واحد کو دین کا مآخذ نہیں سمجھتا۔ البتہ خبرِ واحد کے ذریعے سے اگر قرآن کے کسی معاملے کی وضاحت مل جائے اور اُس وضاحت کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے ثابت بھی ہو جائے تو ایسی وضاحت کو ذاتی رائے پر ترجیح دی جائے گی۔ بھلا ہو محدثینِ کرام کا کہ جنھوں نے اخبارِ آحاد کے متن اور سند کی تحقیق پر ایسا شاندار تکنیکی علم یعنی علم الرجال ایجاد کر لیا ہے کہ آج ایک ہزار سال بعد بھی ہم کسی راوی کے متعلق ظنی طور پر یہ تسلی حاصل کر سکتے ہیں کہ اُس کی نقل کردہ خبر قابلِ اعتماد ہے یا نہیں۔

مختصر یہ کہ خبرِ واحد احوالِ دین میں سے ہے نہ کہ ذرائعِ دین میں سے اور اِس حوالے سے اِس سے بڑی نعمت بھلا اور کیا ہو سکتی ہے کہ کسی معاملے میں ہمیں

رسول اللہ ﷺ کی کوئی رائے یا آپ کے کسی عمل کی خبر ایسی کیفیت میں مل جائے کہ اُس پر ہماری علمی تسلی ہو جائے۔ بلاشبہ یہ صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی دینی خدمت ہے کہ آپ حضرات نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال ہم تک بہم پہنچائے۔

فلہٰذا میرے نزدیک خبرِ واحد نہ تو اِس قدر معتبر مطلق ہے کہ یہ قرآن پر حکم کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قرآن بہر صورت مُہیمن و میزان ہے اور نہ ہی اِس قدر غیر معتبر کہ احوالِ دین میں اِسے قابلِ اعتماد بھی نہ سمجھا جائے بلکہ خبرِ واحد کا بالکل درست مقام یہ ہے کہ احوالِ دین میں اِسے ذاتی فہم پر ترجیح دی جائے جبکہ ذرائعِ دین میں اِس پر قرآن کو حکم مطلق مان لیا جائے۔

☆☆☆☆☆

تواتر کی شرعی حیثیت

تواتر کہتے ہیں ایسے قول یا فعل کو جس پر شروع سے لمحہِ موجود تک کوئی ایسا معتبر اختلاف موجود نہ رہا ہو کہ جو مسلّمہ قول یا فعل کو افسانہ بنا دے۔ تاریخِ دنیا اِسی ایک ذریعہ کی بنیاد پر ہم تک پہنچی ہے اور اِسے علم التواریخ میں علمیاتِ تاریخ یعنی Historical Epistemology کہا جاتا ہے۔

تواتر تاریخ کا مآخذِ اصلی تو خیر ہے ہی ہمارے ہاں پورے دین کا مآخذِ اصلی یہی تواتر ہے یعنی رسول اللہ ﷺ اور خود قرآن کا مآخذ بھی یہی تواتر ہے۔ اگر آج ہم اِس تواتر کو قبول نہ کریں تو تاریخِ دنیا سمیت پورے دین سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ مثلاً اگر اِسی تواتر کے ذریعے سے ہم یونان کے سقراط اور افلاطون کے نہ صرف وجود پر یقین رکھتے ہیں بلکہ اُن کی طرف منسوب کتب پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ یہ بالیقین سقراط اور افلاطون ہی کی تعلیمات ہیں۔ بالکل یہی صورت دین کے معاملے میں بھی ہے کہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ساتویں صدی عیسوی کے پہلے عشرے میں عرب کے خطے مکہ میں ایک قریشی جوان محمد ابن عبد اللہ الہاشمی ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اِس دعویٰ کے حق میں خدا کے قانون یعنی قرآن کو بطورِ ثبوت پیش کیا۔ تواتر کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک قولی اور دوسری فعلی۔ نبوت اور قرآن پر یقین ہم نے

تواترِ قولی کے ذریعے سے حاصل کیا جبکہ پانچ کی وقت کی نماز اور پھر ہر نماز کی مخصوص رکعات، نماز کیلئے اذان دینا، روزہ کی کیفیت یعنی پورا دن ضروریاتِ حیوانیہ (کھانا پینا اور جنسی ضرورت کی تکمیل) کو ترک کر دینا، زکوٰۃ کی شرح، حج کا مکمل طریقہِ کار ہم تک تواترِ عملی کے ذیعے سے پہنچے ہیں۔ چنانچہ شروع سے لیکر آج تک کسی بھی دَور میں اُمتِ مسلمہ میں ایسا کوئی معتبر اختلاف سامنے نہیں آیا کہ کسی دَور میں نمازِ فجر کی تین یا چار رکعتیں پڑھی گئیں۔ فرائض کیلئے اذان کا عمل ترک کیا گیا یا پھر حج کیلئے کوئی ایسا طریقہ رائج کیا گیا جو آج کے طریقہ سے مختلف ہو۔

علاوہ ازیں جو غیر مؤثر اختلافات نماز کے ضمن میں واقع ہوئے ہیں جیسا کہ رکوع میں جاتے یا اُٹھتے وقت رفع یدین کرنا یا نماز میں مختلف دعائیں پڑھنا، اِن کی بنیاد اخبارِ آحاد ہیں اور اگر کسی کو نماز کے ضمن میں کسی خاص خبرِ واحد کی سند اور متن پر تسلی حاصل ہو جائے تو اُس پر عمل کرنے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ بعض صورتوں میں تو عمل کرنا زیادہ اہمیت کا حامل بن جاتا ہے۔ البتہ خبرِ واحد فی نفسہٖ دین میں کسی نئے حکم کا اضافہ یا کمی نہیں کرتی بلکہ دین میں پہلے سے موجود احکامات و معاملات کی مزید شرح و وضاحت کرتی ہے اور جسے قبول کرنا بہر حال اِس لئے بھی ضروری ہے کہ ایسی اخبار کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے کی جاتی ہے۔ پس اُصولی نکتہ یہ ہے کہ خبرِ واحد کی سند اور متن پر علمی تسلی کا ہونا ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ کسی بھی سنی سنائی

خبر کو صرف رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کے سبب قبول کر لیا جائے۔ خبرِ واحد جسے محدثین کی اصطلاح میں حدیث کہا جاتا کو پرکھنے کے تمام اُصول آج بھی محفوظ و متعین ہیں، صرف تحقیق کی مشقّت شرط ہے۔

تواتر جسے ہم فقہی اصطلاح میں سنت اور قرآنی اصطلاح میں اُسوہِ رسول بھی کہہ سکتے ہیں کی شرعی حیثیت ویسی ہی مسلّم و معتبر ہے جیسا کہ خود نبوت اور قرآن کی چنانچہ اِس میں کسی ادنیٰ درجے کے شک وشبہ کی گنجائش موجود نہیں۔

پس تحقیق صرف خبرِ واحد کی سند اور متن پر ہو گی نہ کہ تواترِ قولی یعنی نبوت و قرآن یا نماز و روزہ پر۔ اِس اُصولی نکتہ کو نہ سمجھنے کے سبب آج تک اُمت میں حدیث اور سنت کے مقام کا تعین نہ ہو سکا اور ہر فرقہ خود کو اصلی اہلِ سنت، اہلِ سنت والجماعت اور اہلِ حدیث جیسی غیر قرآنی اصطلاحات سے معروف کرتا رہا ہے حالانکہ اِس کی کوئی حاجت ہی نہیں تھی۔

قرآن ایک ایمان یافتہ کیلئے مسلم کی اصطلاح استعمال کرتا ہے اور ہم سب مسلمانوں کو سنی، شیعہ، اہلِ حدیث ہونے کی بجائے مسلم ہونا چاہیئے اور اِسی قرآنی و نبوی اصطلاح سے خود کو متعارف کروانا چاہیئے۔

☆☆☆☆☆

سید المجاذیب خواجہ نعمان نیئرؔ کلاچوی صوبہ خیبر پختونخواہ کی ایک دور اُفتادہ تحصیل کلاچی کے باسی ہیں۔ آپ ایک جامع العلوم شخصیت ہیں۔ آپ بیک وقت مذاہبِ عالم، علم الکلام و فلسفہ، شعر و اَدب، صحافت و بلاغت، معاشرت و سیاست، نفسیات و روحانیات اور رقص و موسیقی پر گہری گرفت رکھتے ہیں۔ آپ ایک طویل عرصے سے مسلسل گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور دریں اثناء علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ماڈرن فلاسفی اور علمِ نفسیات پر آپ کا علمی کام اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ چھ کتابوں "عشق کی سائنس"، "تصوف کی ڈکشنری"، "صراطِ دانش"، "سوزِ نہاں"، "قبیلہ نور احمد خیل" اور " Trek to Intellect "کے مصنف ہیں۔علاوہ ازیں دیگر کئی مقالات و علمی شذرات کے بھی مؤلف و مصنف ہیں۔زیرِ نظر مقالہ بھی آپ ہی کی علمی و تحقیقی جہد کا ماحصل ہے۔